اظہار تشکر

''الہامات'' کا پہلا ایڈیشن صوفی محمد اسلم صاحب سروری قادری' سنگھ پورہ' باغبان پورہ' لاہور کی مالی معاونت سے اور دوسرا نیا ایڈیشن ماسٹر عبدالغفور صاحب' ساکن سوہال ضلع گجرات کی مالی معاونت سے طبع ہوا۔ اور اب تیسرا ایڈیشن خلیفہ ملک محمد امجد اعوان سروری قادری محلہ امر پورہ دیو روڈ۔ راولپنڈی کی مالی معاونت سے طبع ہوا۔ جس کے لیے میں ان تینوں حضرات کا شکر گزار ہوں اور ان کے حق میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین اور دنیا دونوں میں کامیابی بخشے۔

دعا گو

فقیر عبدالحمید سروری قادری

اکتوبر ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش جمیل

نسب نامہ میرا شجرہ نسب بارہویں پشت میں مشہور عالم بزرگ حضرت میر سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ حضرت گیسو دراز کی صحیح صلبی اولاد پٹھان بھی کہلاتی ہے اور سید بھی۔ پٹھان اس لئے کہ یہ پٹھانوں میں پھولی پھلی' پروان چڑھی اور اس نے پٹھانوں کی زبان' روایات اور تہذیب و تمدن کو اپنایا۔ سید اس لئے کہ یہ حضرت میر سید محمد گیسو دراز کی صحیح صلبی اولاد ہے۔ لہٰذا میں ایک رشتے اور نسبت سے سید ہوں۔ اور دوسرے رشتے اور نسبت سے پٹھان۔ بحمد اللہ مجھے ان دونوں رشتوں اور نسبتوں پر یکساں فخر و ناز ہے۔ میں پٹھانوں کے گنڈا پور قبیلے کا ایک فرد ہوں' جو کلاچی اور اس کے مضافات میں آباد ہے۔

ولادت میں نے 1920ء کے اوائل میں برصغیر کے شہرۂ آفاق بزرگ اور عظیم روحانی شخصیت سلطان الفقراء حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رحمتہ اللہ علیہ کے گھر آنکھ کھولی۔ میری ولادت سے تھوڑا عرصہ قبل والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی گود میں ایک طلائی قرآن شریف پڑا ہوا ہے اور آپ اسے چوم رہی ہیں۔ صبح انہوں نے اپنا خواب حضرت قبلہؒ کے سامنے بیان کیا تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ تمہارے ہاں فرزند تولد ہوگا جو مقدس روحانی امانتوں اور باطنی ورثوں کا مالک ہوگا۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

والدہ محترمہ کا انتقال میں ابھی ایک سال کا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرے سر سے والدہ محترمہ کا سایہ اٹھ گیا۔ والدہ محترمہ کا وصال ربیع الاول 1342 ہجری میں دربار حضرت سلطان

باہوؒ پر ہوا اور آپ کی ابدی آرام گاہ بھی دربار کے عقبی قبرستان میں ہے۔ والدہ کی وفات کے وقت اگرچہ میں صرف ایک سال کا تھا اور مجھے ان کی شکل و شباہت بھی یاد نہیں' لیکن "امی" کا دلنواز لفظ مجھے ابھی تک اپنے حافظے' تحت الشعور اور دل و دماغ میں گونجتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے میں انہیں پکارا اور بلایا کرتا تھا۔ مجھے یوں لگتا ہے' جیسے دنیا بھر کی لغات کا یہ سب سے شیریں اور پیارا لفظ صرف انہی کے لئے مخصوص تھا۔ اور صرف ان کی ذات کے لئے ہی وضع کیا گیا تھا۔ اس لفظ کی روحانی چاشنی اور لذت میں ابھی تک اپنے کام و دہن میں محسوس کرتا ہوں۔

والدہ کی وفات کے بعد میری نگہداشت کے فرائض میری بڑی ہمشیرہ آمنہ کو تفویض ہوئے۔ لیکن جب حضرت قبلہؒ نے دوسرا عقد کرلیا اور ہمشیرہ کی شادی ہوگئی تو حضرت قبلہؒ نے مجھے میری دادی فاطمہؒ کے سپرد کردیا۔

ملکوتی صفت خاتون اس پاک طینت اور ملکوتی صفت خاتون نے میری پرورش اور تربیت بڑی محنت اور جانفشانی سے کی۔ میرا رواں رواں قیامت تک ان کا ممنون رہے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس پیکر صبر و رضا اور سراپا رحمت و شفقت خاتون کو کھانے پینے کی جو بھی عمدہ اشیاء میسر آتیں وہ میرے لئے ذخیرہ کرلیتیں اور پھر مدتوں تھوڑا تھوڑا کرکے مجھے دیتی رہتیں۔ انہوں نے مجھے کلام پاک پڑھایا۔ اور مقدس کہانیاں سنا سنا کر میرا ذہن پاکیزگیوں سے بھردیا۔ میں ابھی دوسری جماعت میں پڑھتا تھا کہ اس فرشتہ سیرت خاتون کا بھی انتقال ہوگیا اور میں ان کی شفقت' مہربانیوں اور سایہ عاطفت سے محروم ہوگیا۔

فقیری کا نشان بچپن میں میرے سر کے پچھلے حصے کے بالوں میں سفید بالوں کا ایک پھول سا بنا ہوا تھا' جسے دیکھ کر بڑی عمر کی خواتین کہا کرتی تھیں کہ یہ فقیری کا نشان ہے۔ اور اکثر لوگ بھی یہی کہا کرتے تھے۔ یہ سن سن کر مجھے ایک گونہ تسلی اور اطمینان سا ہوجاتا تھا کہ یہ لوگ سچ ہی کہتے ہوں گے۔

زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

مجھے کچھ یقین ہونے لگا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے فقر کی دولت عظمیٰ سے ضرور نوازے گا۔

تھے۔ یہ 1934ء کا قصہ ہے کہ حضرت پیر سید علی حیدر القادری الگیلانی مرحوم ڈیرہ اسماعیل خاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ حضرت قبلہ کے دوستانہ مراسم تھے۔ جب بھی پیر صاحب ڈیرہ اسماعیل خاں تشریف لاتے' حضرت قبلہ ان سے ضرور ملاقات فرماتے۔ اس دفعہ بھی ملاقات ہوئی تو پیر صاحب نے آپ کو کوئٹہ جانے کی پر خلوص دعوت دی اور خوراک و رہائش کے علاوہ ایک معقول مشاہرہ کی پیش کش بھی کی۔ پیر صاحب نے حضرت قبلہؒ سے اس مشاہرے کا وعدہ اپنے خورد سال بچوں کو پڑھانے کے عوض کیا تھا۔ جسے حضرت قبلہ نے قبول فرمالیا اور اس طرح ایک سرد مقام پر جانے کا بہت ہی اچھا اور معقول انتظام ہوگیا۔ چنانچہ حضرت قبلہؒ نے مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ میری عمر اس وقت بمشکل چودہ سال تھی۔ کوئٹہ میں پیر صاحب کا بہت بڑا دربار تھا۔ جس میں ایک نہایت وسیع لنگر کا انتظام تھا۔ خلفاء' خدام اور باورچیوں کا بہت بڑا عملہ وہیں قیام کرتا تھا۔ اور تمام کے لئے الگ الگ حجروں کا انتظام تھا۔ ہمیں بھی ایک خوبصورت اور آراستہ و پیراستہ حجرہ فراہم کیا گیا۔ کوئٹہ میں دوران قیام پیر صاحب حضرت قبلہؒ کی خوشنودی طبع کے لئے ہر شام آپ کو اپنی خوبصورت کار میں اپنے باغیچوں کی سیر کرانے لے جایا کرتے تھے۔ میں بھی ساتھ ہوتا تھا۔ باغیچے شہر سے چار پانچ میل دور واقع تھے۔ شام کی نماز وہاں ادا کرنے کے بعد ہم خنک راستوں کو طے کرکے شہر واپس آجاتے تھے' اس زمانے میں کاریں بہت کم تھیں اور مجھے شام کے دھندلکوں میں کار کا سفر طلسماتی نوعیت کا معلوم ہوتا تھا۔

خط اور تحریر کا مقابلہ پیر صاحب کے ساتھ ان کا ایک پرانا منشی رہا کرتا تھا جو پختہ عمر کا ایک خشک مزاج ملا تھا اور مستونگ کا رہنے والا تھا۔ پیر صاحب کی خط و کتابت کا کام اس کے سپرد تھا۔ اسے اپنے خط اور تحریر پر بڑا ناز تھا۔ اور وہ اس سلسلے میں بڑی شیخیاں بگھارا کرتا تھا۔ ہرچند کہ پیر صاحب کو اس کے یہ انداز اور اطوار ناپسند تھے۔ لیکن کسی اچھے اور قابل منشی کے نہ ملنے کے باعث اس کی ناز برداری کرنے پر مجبور تھے۔ ایک دن میں حضرت قبلہؒ کے پاس بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا کہ پیر صاحب کا گزر اس طرف ہوا۔ آپ میرے پاس آئے اور میرا خط دیکھ کر حضرت قبلہؒ سے کہنے لگے کہ آپ کے برخوردار کا خط تو بہت عمدہ ہے۔ کیا یہ میرے خطوط لکھنے کا کام سنبھال لے گا؟ حضرت قبلہؒ نے اثبات میں جواب دیا تو پیر صاحب

نے کہا خط تو اچھا ہے اگر اردو دانی اور عبارت آرائی بھی اچھی ہوئی تو خوب رہے گا اور یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے سابقہ منشی سے اس کا مقابلہ کراؤں گا۔ حضرت قبلہؒ سابقہ منشی کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے مقابلے پر آمادہ نہ تھے۔ مگر پیر صاحب کو اس دلچسپ مقابلے پر اصرار تھا۔ چنانچہ پیر صاحب نے اپنے پرانے منشی ملا شعبان کو اس کی اطلاع کردی وہ انتہائی فاتحانہ انداز میں مقابلے کے لئے تیار ہوگیا۔ کیونکہ اس کا دعویٰ تھا کہ اس جیسا خط کوئی دوسرا نہیں لکھ سکتا۔ وہ بزعم خود مطمئن تھا کہ ایک بچہ اس کا کیا مقابلہ کرے گا۔ دوسرے دن مقررہ وقت پر ہم سب اکٹھے ہوگئے۔ حضرت قبلہ اور پیر صاحب دونوں موجود تھے۔ خط اور تحریر و عبارت کے لئے الگ الگ ثالث مقرر کردیئے گئے۔ یہ حضرات وہاں کے تین چار مقامی پروفیسر تھے۔ پہلے خوشخطی کا مقابلہ ہوا۔ میں نے رات سے سیاہی اور قلم وغیرہ درست کرلئے تھے۔ ایک ہی عبارت کو ہم دونوں نے خوشخطی کے انداز میں لکھا۔ اور اسے ثالثوں کے سامنے پیش کردیا۔ مقابلہ بڑا دلچسپ تھا۔ ایک طرف چودہ سال کی عمر کا بچہ اور دوسری طرف پچاس سال کا ایک گھاگ ملا تھا۔ ثالثوں نے جب ہم دونوں کے خط کے نمونے ملاحظہ کئے تو انہیں زمین و آسمان کا فرق نظر آیا۔ میرا خط بہت خوبصورت اور بالکل خطاطی کے انداز پر تھا۔ چنانچہ ثالثوں نے مجھے کامیاب قرار دیا۔ پیر صاحب کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب اردو دانی اور عبارت آرائی کا مقابلہ شروع ہوا۔ اس کے لئے ہمیں اردو میں ایک خط کا جواب لکھنے کو کہا گیا۔ جواب کا مضمون پشتو میں سنایا گیا۔ ملا صاحب تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کی بے شمار غلطیاں کرتے تھے۔ مقابلے کے دوران بھی ان کا یہی حشر ہوا۔ ان کا تمام خط گرامر کی اغلاط سے پر اور گلابی اردو کا مکمل نمونہ تھا۔ لیکن میری تحریر میں ایسی کوئی غلطی نہ تھی۔ ملا صاحب مقابلہ ہار کر اسی وقت استعفیٰ دے کر چلے گئے۔ اور میں نے ان کا کام سنبھال لیا۔ اب ان کی تنخواہ اور دیگر مراعات مجھے ملنے لگیں۔ پیر صاحب میرے کام سے بہت خوش اور مطمئن تھے۔ اس طرح ہم نے وہ موسم گرما بڑے سکون اور آرام سے گزارا۔

قیامت خیز زلزلہ دوسرے سال 1935ء میں جب ہم دوبارہ کوئٹہ گئے تو اس تاریخی قیامت خیز اور تباہ کن زلزلے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جس نے چشم زدن میں تقریباً پچیس ہزار انسانی جانیں لے لی تھیں۔ اس دفعہ دوسرے تمام بھائی اور سوتیلی والدہ بھی ساتھ تھی۔